ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

اکبری دور کے علما و مشائخ

(طبقاتِ اکبری[1] سے اقتباس)

اکبری دور کا مشہور مورخ خواجہ نظام الدین احمد ہرات کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ محمد مقیم ہروی پہلے بابر کے ملازمین میں اور بعد میں بہ عہدِ ہمایوں شاہی خدمات پر مامور رہا۔ خواجہ نظام، اکبر کے اٹھتیسویں سالِ جلوس میں گجرات کا بخشی مقرر ہوا۔ ایک موقعے پر جب وہ گجرات کے حاکم اعتماد خان کے ہمراہ ایک شورش دبانے کے لیے گیا ہوا تھا تو احمد آباد میں سرکشوں نے ان کا مکان لوٹ لیا۔ پھر ایک جگہ سے باغیوں سے باقاعدہ لڑائی بھی لڑنا پڑی۔ ۹۹۸ھ/(۱۵۹۰ء) میں اس کی طلبی ہوئی۔ اس نے چھ سو کوس کا فاصلہ اونٹ سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ بارہ دن میں طے کیا۔ چوں کہ یہ ایک عجیب بات تھی اس لیے اکبر نے اس پر بہت عنایات کیں اور اس کے مرتبے اور اعتبار میں اضافہ کیا۔ سینتیسویں سالِ جلوس میں اسے آصف خان میرزا جعفر بخشی بیگی کی جگہ بخشی مقرر کیا گیا۔ ۱۰۰۳ھ (۱۵۹۴ء) میں جب اکبر شکار کے لیے گیا تو خواجۂ مذکور اس کے ہمراہ تھا۔ "شاہم علی" کے قریب اسے بخار ہو گیا، جس کے سبب اس کے بیٹے اسے لاہور لے آئے، لیکن وہ دریائے راوی کے کنارے پہنچ کر وفات پا گیا۔ ماثرالامرا کے مؤلف کے مطابق خواجہ نظام الدین راستی و درستی میں بے مثل اور کارگزاری و معاملہ فہمی میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا۔

طبقاتِ اکبری خواجہ نظام الدین نے ۱۰۰۱ھ (۱۵۹۳ء) میں لکھی۔ اس کی تاریخِ تصنیف لفظ

---

[1] راقم نے طبقاتِ اکبری مطبوعہ نول کشور سے استفادہ کیا ہے، جو اغلاط سے پُر ہے اور اس میں بعض علما کا تذکرہ بھی مفقود ہے۔ ترجمے کے بعد اس کتاب کا رائل ایشیاٹک سوسائٹی والا ایڈیشن مل گیا، اس سے موازنہ کیا گیا تو مذکورہ کمی وغیرہ کا پتا چلا۔ ان کا ذکر اب حواشی میں کیا جا رہا ہے۔ بعض جگہ موخر الذکر ایڈیشن کی عبارت کا ترجمہ دے دیا ہے۔ اس ایڈیشن کے علاوہ منتخب التواریخ اور تذکرہ علمائے ہند سے بھی اسما کی درستی کے لیے استفادہ کیا گیا۔

"نظامی" سے نکلتی ہے۔ کتاب کا نام طبقات اکبر شاہی ہے لیکن زیادہ تر طبقاتِ اکبری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تاریخ سبکتگین کے دور سے عہدِ اکبری (۳۶۷ / ۹۷۷ھ (۱۰۰۱ / ۱۵۹۳ء) تک کے حالات پر مشتمل، برِصغیر پاک و ہند کی ایک نہایت اہم، سنجیدہ اور مستند تاریخ ہے، جس میں یہاں کے تمام علاقوں کی الگ الگ تاریخ لکھ کر اس کا اختتام اکبر کی فتوحات پر کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ پہلی تاریخ ہے جس میں یہاں کے بادشاہوں کا ذکر کسی قدر تفصیل سے آیا ہے۔ مؤلف نے واقعات کی تحقیق میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے اور بھی مفید اور اہم ہے کہ اس میں اکبری دور کے حکما، علما، فضلا، مشائخ اور شعرا وغیرہ کا تذکرہ بھی ہے۔ ہر چند یہ حد مختصر ہی ہی مگر بعد میں آنے والے مؤرخین نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے[۲]۔ علما کے ذکر میں جو بات قاری کو خاص طور پر متوجہ کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ اکثر علما کا تعلق لاہور سے تھا۔ کتاب اور مؤلف کے اس مختصر سے تعارف کے بعد عنوان سے متعلق حصۂ کتاب کا ترجمہ مع حواشی ہدیہ قارئین ہے۔

میر فتح اللہ شیرازی: ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں دکن سے دربارِ اکبری میں پہنچے اور شاہانہ نوازشات سے سرفراز ہوئے۔ اکبر کے حکم سے انھیں وزرا کے ہمراہ دیوانی معاملات و عمال کے امور کی چھان بین پر مامور کیا گیا۔ چند سال یہ خدمت انجام دی۔ عضد الدولہ کے خطاب سے نوازے گئے۔ جید عالم اور عقلی و نقلی علوم و فنون میں خراسان، عراق اور برِصغیر کے علما میں ممتاز تھے۔ اس زمانے میں تمام عالم میں ان کا کوئی مثیل و نظیر نہ تھا۔ سحر اور طلسمات ایسے نادر علوم سے بھی انھیں بہرہ حاصل تھا۔ چنانچہ انھوں نے ایک خودکار پن چکی بنائی جو آٹا پیستی تھی[۳]۔ پھر ایک ایسا آئینہ بنایا جس میں دور و نزدیک سے عجیب و غریب شکلیں نظر آتی تھیں۔ پن چکی اور ایک چرخ سے بارہ بندوقیں چھوٹتی تھیں۔ ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) میں کشمیر کے مقام پر عالمِ بقا کو سدھارے۔

امیر مرتضیٰ شریفی: میر سید شریف جرجانی کے نواسے تھے۔ ۹۷۲ھ (۶۵-۱۵۶۴ء) میں برِصغیر

---

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون "تاریخ" مشمولہ "تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند" چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)

[۳] نسخۂ نول کشور میں لفظ "ہوبر" اور ایشیاٹک سوسائٹی کے نسخے میں "ارابہ" ہے۔ (آئندہ نول کشور ایڈیشن کے لیے "ن" اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے لیے "را" استعمال ہوگا)۔

آئے۔ یہاں شاہانہ خطابات سے بہرہ مند ہوئے۔ دہلی میں مدفون ہیں۔ علوم عقلی سے خوب آگاہ تھے۔ حکمت کا درس دیا کرتے تھے۔ تاریخِ وفات "علامہ[۱] زعالم رفت" (۹۷۴ھ / ۶۷-۱۵۶۶ء) سے نکلتی ہے۔

ملا سعید سمرقندی : ۹۷۰ھ (۱۵۶۲ء) میں واردِ برصغیر ہوئے اور شاہانہ عنایات سے سرفراز کیے گئے۔ اپنے دور کے جید علما میں سے تھے۔

شیخ ابوالفضل : شیخ مبارک کے بیٹے اور تمام علوم میں متبحر ہیں۔ اخلاقِ جلیلہ و اوصافِ ستودہ کا پیکر ہیں۔ ان کے کسبی اور وہبی (خود حاصل کردہ اور خداداد) کمالات بے شمار ہیں۔ آج کے دور کو ان پر فخر ہے۔ حضرت خلیفۃ الٰہی (اکبر) کے مقربین کے سرخیل، معتمد حکومت اور سلطنت کے ستون[۲] ہیں۔ قدسی نفس اور ملک صفت خصائص کے حامل ہیں۔ عمدہ کتابیں لکھی ہیں اور کتاب اکبرنامہ جس میں حضرت خلیفۃ الٰہی کے واقعات و فتوحات کا ذکر فارسی نثر میں ہے اور جو ایک عظیم کارنامہ ہو سکتا ہے، مکمل کر لی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری تصانیف عیار دانش اور رسالہ اخلاق وغیرہ ہیں۔[۳]

ملا علاءالدین : ایک مدت تک حضرت خلیفۃ الٰہی کی تعلیم پر مقرر رہے۔ اپنے وقت کے بڑے علما میں سے تھے۔

ملا صادق حلوائی : سمرقند کے رہنے والے، مکہ سے دربارِ اکبری میں پہنچے۔ چند سال برصغیر میں مقیم رہے۔ پھر قاہرہ چلے گئے، جہاں چند برس درس و تدریس میں مشغول رہے۔ میرزا محمد حکیم کو بھی درس دیتے رہے۔ آج کل سمرقند میں ہیں۔

میرزادہ مغلس[۴] سمرقندی : ماوراءالنہر کے علما میں سے تھے۔ ۹۷۹ / ۱۵۷۱ میں واردِ برصغیر ہوئے۔ یہاں تین سال تک مدرسہ خواجہ معین الدین[۵] میں درس دیتے رہے۔ بعد میں مکہ چلے گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

حافظ طاش کندی[۶] (تاشقندی) : ماوراءالنہر میں "حافظ کوملی" (؟) کے نام سے مشہور اور ماوراءالنہر کے علمائے کبار میں سے ہیں۔ علومِ عقلی و نقلی میں اپنے معاصرین میں صاحبِ امتیاز تھے۔ ۹۷۷[۷]/۱۵۶۹

---

[۱] ن : علام ۔ را : علامہ
[۲] ن : دکن ۔ را : رکن
[۳] ن : دعوت ۔ را : وغیرہ
[۴] ن : مرزادہ معفس ۔ را : میرزادہ مفلس
[۵] ن : خواجہ معین ۔ را : خواجہ معین الدین
[۶] ن : طاش کندی ۔ را : تاشقندی
[۷] ن : نہصد و ہفت ۔ را : نہصد و ہفتاد و ہفت

برصغیر آئے اور خسروانہ عنایات کا مورد ٹھہرے۔ پھر مکہ کا زاد راہ لے کر حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔

ملا عبداللہ سلطان پوری: حضرت آشیانی (ہمایوں) نے انھیں "مخدوم الملک" کے خطاب نواز کر انھیں دیگر علما پر تفوق عطا کیا۔ علم فقہ و نقلیات[۱۱] میں علمائے عصر سے بڑھ کر تھے حضرت ہ الٰہی (اکبر) کے دور میں انھیں خاصا مال و دولت میسر آیا۔ چنانچہ جب یہ فوت ہوئے تو ان کے نے سے تین کروڑ زر (روپیہ) برآمد ہوا۔ ان کی وفات مکہ سے واپسی پر احمد آباد گجرات کے م پر ہوئی۔

شیخ عبدالنبی: دہلی کے رہنے والے تھے۔ شیخ عبدالقدوس (گنگوہی) سے تعلق کی بنا پر نے ان پر مہربانی فرما کر صدر الصدور بنا دیا۔ دو سال تک وہ تمام ممالکِ محروسہ کی مہماتِ صدارت م دیتے رہے۔

قاضی جلال[۱۲] سندھی: قاضی القضاۃ کے مرتبے تک ترقی پائی۔ علم نقلی سے خوب آگاہ تھے اور لیات سے بھی بڑی حد تک واقف تھے۔ دیانت و امانت ایسی خوبیوں سے متصف تھے۔

قاضی صدر الدین: لاہور کے رہنے والے، علوم نقلی و عقلی خوب جانتے تھے، چند برس تک ور کے قاضی رہے۔

قاضی طوالش[۱۳] (طوائیس): اپنے دور کے علما اور خاص طور پر قضات میں اپنی دیانت و صلاح لحاظ سے ضرب المثل تھے۔ ایک مدت تک درگاہِ خلائق پناہ (اکبری دربار) کے قاضی القضات رہے۔

ملا محمد یزدی[۱۴]: ملا مرزا جان کے شاگردانِ رشید میں سے ہیں۔ علومِ عقلی میں اپنے معاصرین میں از تھے۔ علم تاریخ میں خاصی دسترس تھی۔ ۹۸۴/ ۱۵۷۶ میں شیراز سے یہاں آئے اور شاہی زشات سے مستفیض ہوئے۔ ۹۹۸/ ۱۵۹۰ میں وفات پائی۔

ملا اسحاق کاکر[۱۵]: لاہور کے رہنے والے، برصغیر کے جید علما میں سے ہیں۔ فقر، قناعت اور توکل

---

[۱۱] ن: تعلیقات ۔ را: نقلیات — [۱۲] ن: قاضی جلال ۔ را: قاضی جلال الدین

[۱۳] ن: طوالش ۔ را: طواسی اور منتخب التواریخ: طوائیس — [۱۴] ن: ملا محمد بردی ۔ را: محمد یزدی

[۱۵] ن: کاکر ۔ را: کاکو

میں اپنے ہم عصروں سے بڑھ کر تھے، عمر سو برس تک پہنچ چکی تھی۔

ملا جمال خان مفتی : دہلی کے رہنے والے، اپنے وقت کے دانش مندوں میں سے تھے۔ منقول میں متبحر[16] اور علم معقول میں بھی کسی حد تک دسترس پائی تھی۔ ایک مدت تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔

میاں حاتم سنبھلی : اپنے عہد کے علمائے بزرگ میں سے تھے۔ کئی سال تک تدریس کا شغل اختیار کیے رکھا۔ اکثر کتب متداولہ انھیں ازبر تھیں۔

میاں احمدی : امیٹھی وال[17] کے دانش مند۔ مدتوں خود کو درس و تدریس میں مشغول رکھا۔ اکثر متداولہ کتب کا درس زبانی دیا کرتے۔ صاحب صلاح و تقویٰ و ریاضت تھے۔

ملا سعد اللہ لاہوری : اپنے زمانے کے بڑے بڑے علما میں سے تھے۔ انھوں نے ملامتیوں کا سا انداز اختیار کیے رکھا۔

ملا منور : دانش مندان عصر میں سے ہیں۔ کئی برس تک تدریس میں مصروف رہے[18]۔ علوم عقلی و نقلی اور اقسام حکمت، ریاضیات، طبیعیات اور الٰہیات سے آراستہ تھے۔ برسوں دہلی میں درس دیا۔ بعد میں حجاز کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

ملا شیخ حسن تبریزی : عالم تھے۔ سالوں درس دیتے رہے۔

سید ولی : دہلی کے علما میں سے تھے۔

مولانا بایزید : دہلی کے دانش مند تھے۔

قاضی یعقوب مانک پوری[19] : کئی برس قاضی القضات کے عہدے پر فائز رہے۔ قاضی نصیحت کے عزیزوں میں سے تھے۔

شیخ بہاء الدین : آگرہ کے مفتی، علمائے عصر میں سے تھے اور صلاح و تقویٰ میں صاحب امتیاز۔

---

[16] ن : بیحر را : متبحر [17] ن : امنھی وال را : امیٹھی وال

[18] را میں اس جملے کے بعد کی عبارت ملا شیخ بغدادی سے متعلق ہے۔

[19] ن : نصیحت را : فضیحت

شیخ ابوالفتح : آگرہ کے مفتی تھے۔

قاضی ناصر : آگرہ کے قاضی تھے۔

قاضی صوفی : لاہور کے قاضیوں میں سے تھے اور دیانت و تقویٰ میں ممتاز تھے۔

ملا اللہ داد لنگرخانی : لاہور کے رہنے والے تھے۔ تمام عمر تدریس میں گزاری۔

سید محمد میر عدل : پرگنہ امروہہ سے تعلق تھا۔ حکومت و امارت کے منصب تک پہنچے۔ ایک مدت تک میر عدل رہے۔ کچھ عرصہ تک بھکر کا علاقہ ان کی جاگیر میں رہا۔ وہیں وفات پائی۔

ملا اسمٰعیل عرب : محدث اور مفسر تھے[۲۰]

ملا مقیم مدرس : انھوں نے چند سال دہلی میں درس دیا۔

ملا غلام علی گور سے ملا خواجہ علی ماوراالنہری (ان دونوں کے صرف نام ہی دیے ہیں۔ مترجم)

ملا حسن علی موصلی : معقول، حکمت اور ریاضی میں ماہر تھے۔ برصغیر سے موصل چلے گئے تھے۔

ملا جمال لاہوری : آج کل درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

قاضی غضنفر سمرقندی : سید تھے۔ عالم اور مختلف فضائل کا مجموعہ تھے۔ چند سال گجرات کے قاضی القضات رہے اور وہیں سے مکہ چلے گئے۔

قاضی بابا خواجہ : آج کل اجین کے قاضی اور علومِ عقلی و نقلی سے آشنا ہیں۔

ملا حمید معنبر سنبھلی : صوفی مشرب اور علم تفسیر خوب جانتے ہیں۔

ملا حاجی کشمیری : آج کل دہلی میں معروفِ درس و تدریس ہیں۔ علوم عقلی و نقلی سے آگاہ ہیں۔

ملا یعقوب کشمیری : شعر کہتے ہیں[۲۱]۔ معما اور فنون شعر میں دسترس حاصل ہے۔

حاجی ابراہیم کڑہ[۲۲] : عالم، عابد اور متقی اور علم نجوم میں صاحبِ امتیاز تھے۔

---

۲۰ ن : معمر را : مفسّر

۲۱ ن : نر میگوید را : مولویست شعر نیز گوید (مولوی ہے، شعر بھی کہتا ہے)

۲۲ را میں یعقوب کشمیری کے بعد اور حاجی ابراہیم سے پہلے ان دو علما کا ذکر بھی ہے۔

حاجی ابراہیم سرہندی : علومِ نقلی جانتے تھے۔

ملا درویش گوالیاری : حکمت و ریاضی اور نجوم کے علوم میں ممتاز تھے۔

ن : حاجی ابراہیم کڑہ را : حاجی ابراہیم آگرہ

مولانا شاہ محمد شاہ آبادی : علومِ عقلی و نقلی میں مشاق ہیں اور علوم ریاضی و نجوم سے لگاؤ ہے۔

ملا عبدالحق[223] : آج کل دہلی میں ہیں۔ مختلف علوم میں صاحبِ مہارت اور شعر سے شناسا ہیں۔ صوفیانہ لباس میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

شیخ حمید : محدث اور اہلِ صلاح و تقویٰ میں سے ہیں۔ احمد آباد میں مقیم ہیں۔

ملا موسیٰ سندھی : احمد آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ تقویٰ اور ریاضت سے متصف ہیں۔

ملا عبدالرحمن بوہرہ : احمد آباد میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ملا اللہ داد : امروہہ کے رہنے والے، صاحبِ فہم اور ملامیہ مشرب تھے۔

ملا اللہ داد سلطان پوری : مخدوم الملک (ملا عبداللہ سلطان پوری) کے شاگرد ہیں۔

ملا عالم بکھاری[224] کابلی : زندہ دل، شگفتہ مزاج، آزاد منش اور شاعر تھے۔ برصغیر کے علما، دانش مندوں اور شعرا کے احوال پر مشتمل انھوں نے تاریخ کی ایک کتاب فواتح الولایہ بھی لکھی ہے۔

قاضی خان بدخشی : امرا میں سے تھے۔ علوم عقلی و نقلی سے خوب واقف اور علم تصوف[225] میں صاحبِ امتیاز تھے۔

میر صدر جہان : عالموں میں سے ہیں۔ بہت مدت مفتی رہے۔ آج کل صدر الصدور ہیں۔ شعر گوئی کی طرف مائل ہیں۔

ملا بایزید : مفتی ہیں اور لاہور کے رہنے والے۔

ملا عبدالشکور : لاہور کے رہنے والے ہیں۔

میر عبداللطیف قزوینی : سید، فاضل، مورخ اور صاحبِ صلاح و تقویٰ تھے۔

ملا میر کلان ہروی : فاضل، دانش مند اور اہلِ صلاح میں سے تھے۔ اسّی برس تک ان کی عمر پہنچ چکی تھی۔ عمر بھر شادی نہیں کی۔ جب اس سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ میں نے محض اس لیے کہ شاید میری بیوی میری والدہ کو خوش نہ رکھ سکے، شادی نہیں کی[226] ملا ممدوح کئی برس تک آگرہ میں درس و

---

[223] ن : ملا عبدالحق را : ملا عبدالحق حقی [224] ن، بکھاری را : گل بہاری

[225] ن : تصرف را : تصوف [226] یہ عبارت (ترجمہ) راسے لی گئی۔

تدریس میں مصروف رہے۔

ملا عبدالقادر : حضرت خلیفۃ الٰہی کے استاد ہیں۔ کئی برس درس دیا۔ آخر میں حجاز کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

قاضی حسن : قزوین کے رہنے والے اور ظاہر فضائل سے آراستہ ہیں[۲۷]۔

ملا حبیب : دانش مند مدرس اور شوریدہ سروں[۲۸] کے سرگروہ ہیں۔

ملا اسماعیل مفتی : لاہور کے رہنے والے ہیں۔

ملا ابوالفتح لاہوری : پرہیزگاری اور تقوی میں ممتاز تھے۔

عبدالرحمٰن : لاہور کے رہنے والے تھے۔

ملا عبدالجلیل : لاہور کے رہنے والے اور ملا ابوالفتح کے بھائی ہیں۔ مفتیانِ عالم میں سے تھے۔

ملا علی کرد : علوم عقلی پر انھیں پوری دسترس تھی۔ صوبہ کردستان سے برصغیر آئے اور یہیں فوت ہوئے۔

ملا عثمان سامانیہ : آج کل سپاہیوں میں شامل اور پرگنوں کے انتظام و بندوبست میں مشغول ہیں۔

ملا سلطان تھانیسری[۲۹] : انھوں نے کئی برس تدریس میں گزارے۔

ملا امام الدین : لاہور کے مدرس ہیں۔

شیخ معین : ملا معین واعظ کے نواسے۔ کئی برس لاہور میں رہ کر فوت ہوئے۔

قاسم بیگ تبریزی : عقل (علوم عقلی) میں صاحبِ امتیاز اور امرا میں شامل ہیں۔

سید نعمت اللہ : لاہور کے رہنے والے ہیں۔

شیخ نورالدین کنبو : لاہور کے رہنے والے ہیں۔

ملا عبدالقادر بداؤنی : انھوں نے تمام عمر بادشاہ اکبر کی خدمت میں بسر کی ہے۔ فضائل و کمالات سے متصف ہیں۔ علم صوفیہ، تاریخ، فنون اور شعر میں پوری پوری مہارت حاصل ہے۔ چند کتابیں تصنیف کی ہیں اور بعض ہندی کتابوں کا اکبر کے ایما پر فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔

---

۲۷ ن میں عبارت محذوف ہے، را سے ترجمہ کیا گیا۔

۲۸ ن : سرآمد داروہا۔ را : سرآمد شوریدہ ہا و دارا ستہا

۲۹ ن : تانیہری را : تانیسری

شمس خان کنبو : لاہور کے رہنے والے ہیں۔

ملا ہاشم کنبو : علم عقلی و نقلی جانتے ہیں۔

قاضی نور اللہ شوستری[۵۳۰] : آج کل لاہور کے عہدۂ قضا پر مامور ہیں۔ دیانت، امانت، فضائل اور کمالات ایسی خوبیوں سے آراستہ ہیں۔

ملا عثمان قاری : زہد و ریاضت میں ممتاز تھے۔ کئی برس گجرات میں درس دیتے رہے۔

سید یاسین سرہندی : میاں وجیہہ الدین کے شاگردوں میں سے ہیں۔

ملا قاسم واعد العین : قندھار کے رہنے والے اور علوم عقلی و نقلی میں ماہر تھے[۵۳۱]۔

ملا حسام الدین سرخ : لاہور کے رہنے والے تھے، لاہور کے علما کے برعکس علوم عقلی بھی خوب جانتے تھے۔ بڑے متقی تھے۔

ملا اسمٰعیل اودہ[۵۳۲] : جید عالم، مفتی اور محدث تھے۔

ملا اللہ داد لکھنوی : زہد و تقویٰ میں مشہور ہیں[۵۳۳]۔ دہلی میں رہ رہے ہیں۔

مخدوم جہان سندھی : سولستان میں رہتے ہیں۔

شیخ بہلول : دہلی کے رہنے والے ہیں۔

شیخ تاج الدین : دہلی کے رہنے والے اور صوفی منش ہیں۔

میر عبد الاوّل : دکھن کے رہنے والے اور تمام علوم کے جامع ہیں۔

ملا جمال : ملتان کے رہنے والے اور مدرس ہیں۔

ملا عثمان : بنگال کے رہنے والے ہیں۔

---

۵۳۰ ب، عیرسے را : شستری

۵۳۱ ر میں اس کے بعد یہ عبارت ہے : (ترجمہ) ملا عبد السلام لاہوری : لاہور کے قدیم علما میں سے تھا۔ طلبہ نواز، متبحر دانش مند اور زاہد وقت تھے۔

۵۳۲ ب : آوردہ را : اودہ

۵۳۳ یہاں ن میں عبارت محذوف ہے۔ ر میں "زہد و تقویٰ" کے بعد یہ عبارت ہے : "اختصار ... سید ... کا صرف نام اور قاضی عثمان بنالی سندی کا ذکر ہے۔ ... بنگالی سے ہیں۔ زہد و تقویٰ میں ... اور دہلی میں رہتے ہیں۔

میر منیر : سپاہیوں میں شامل ہیں۔

میر عبدالحی صدر : خراسانی تھے اور حضرت جنت آشیانی (ہمایوں) نے انھیں صدر الافاضل بنایا تھا۔ کئی برس حضرت خلیفۃ الٰہی (اکبر) کی خدمت میں رہے۔

ملا تقی الدین ششتری : علومِ عقلی و نقلی سے خوب آگاہ اور بادشاہ سلامت کی خسروانہ عنایات کے مورد ہیں۔

شیخ فرید : بنگال کے رہنے والے، متبحر دانش مند علما میں سے اور متقی و محدث تھے۔ اہلِ وجد و شوق میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

شیخ تاج الدین دہلوی : شیخ مان پانی پتی کے شاگردوں میں سے اور صوفی منش ہیں۔

شیخ سلیم : سیکری وال، مشائخ وقت میں سے اور ریاضت و مجاہدہ میں صاحبِ امتیاز تھے۔ ان سے کرامات اور خوارق عاداتِ جلیلہ ظہور میں آئیں۔ انھوں نے چوبیس حج ادا کیے اور پھر حجاز کا سفر اختیار کیا۔ ایک مرتبہ تو وہ پندرہ برس مکہ میں مقیم رہے۔ بادشاہ سلامت نے ان بزرگوار کے تقرب کی خاطر چند سال فتح پور کو پائے تخت بنائے رکھا۔ ۹۷۹ / ۱۵۷۱ء میں عالمِ جاودانی کو سدھارے۔

شیخ نظام الدین امیٹھوی : ظاہری اور باطنی کمالات کا مجموعہ تھے۔ مجاہدات اور ریاضت میں بلند مرتبہ حاصل تھا۔ رشد و ہدایت اور مشیخت کے مسند نشیں رہے اور طالبانِ حق کی ہدایت فرماتے رہے۔ اب عالمِ بقا کو کوچ کر گئے ہیں۔

شیخ محمد غوث : شیخ بہلول کے بھائی ہیں۔ علم اسماء (الٰہی) سے آگاہ اور لباس میں بڑے جاہ و مرتبہ کے مالک تھے۔ بادشاہ سلامت کو اُن کے بارے میں بڑا حسن ظن تھا۔ چنانچہ انھوں (بادشاہ) نے شیخ کو ایک کروڑ روپے کا وظیفہ دیا تھا۔

خواجہ عبدالشہید : خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار کے پوتے اور بڑے ہی صاحبِ کمالات بزرگ تھے۔ بیس برس برصغیر میں مقیم رہے۔ بادشاہ سلامت نے پرگنہ[۱۳] چماری کی آمدنی ان کے وظیفے کے طور پر مقرر کر رکھی تھی۔ خواجہ کے وسیلے سے کوئی دو ہزار فقرا اور مستحقین بسر اوقات کرتے تھے۔ جب اُن

---

۱۳ : چماری

کی رحلت کا وقت قریب آیا تو سمرقند تشریف لے گئے۔ فرماتے تھے کہ میں اپنی ہڈیاں لے جا رہا ہوں۔ سمرقند پہنچنے کے چند روز بعد وفات پا گئے۔

شیخ مبارک ناگوری: اپنے دور کے جید علما و مشائخ کرام میں سے اور بہت زیادہ توکل دوست تھے۔ شروع شروع میں خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عماد طارمی سے گجرات میں کسب علوم کیا۔ آخری عمر میں انھوں نے تفسیر کبیر کی طرح منبع العیون کے نام سے عربی میں چار جلدوں پر مشتمل ایک تفسیر لکھی۔ اس کے علاوہ[۳۵] بھی ان کی کئی عمدہ تصانیف ہیں۔ کوئی پچاس برس دارالخلافہ آگرہ میں درس، تدریس میں مشغول رہے۔ ان کے کمالات اور برتری کی نشانی ان کے صاحب کمال بیٹے ہیں جو فخرِ روزگار ہو سکتے ہیں۔ مثلاً علامی شیخ ابوالفضل، ملک الشعرا شیخ ابوالفیض فیضی اور شیخ ابوالخیر وغیرہ۔ شیخ مبارک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے فرزندوں کے نام "مسمیات" کے مطابق رکھے ہیں۔ ماہ ذی قعدہ ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۳ء میں بمقام لاہور خالق حقیقی سے جا ملے۔ شیخ[۳۶] و فخر الکمل ان کی تاریخ ہائے وفات ہیں۔

شیخ ادان[۳۷] جون پوری: باطنی کمالات کے مالک تھے کئی برس طالبانِ حق کی رہنمائی فرماتے رہے۔

شیخ ہجوی[۳۸]: سنبھل کے رہنے والے اور صفائے باطنی اور کمال معنوی میں مشہور ہیں۔

میاں وجیہہ الدین گجراتی: پچاس برس تک رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن رہے۔ عمر فقر و فاقہ اور توکل میں بسر کی۔ زیادہ تر وقت تدریس میں گزارتے۔ علومِ نقلی و عقلی سے خوب آگاہ تھے۔ کئی عمدہ تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ انھوں نے اکثر علمی کتب پر حواشی لکھے اور ان (کتب) کی شرحیں تحریر کیں۔

شیخ الہداد خیر آبادی: صاحب ارادت و حال تھے۔ کئی برس طالبانِ حق کی رہنمائی فرمائی۔

شیخ نظام نارنولی: ایک مدت تک مسند مشیخت پر متمکن اور طالبانِ حق کی رہنمائی فرماتے رہے۔

شیخ جلال تھانیسری: صاحبِ معارف و حالات اور ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ کئی برس[۳۹]

۳۵ن، تفسیر آن   را، بغیر آن   ۳۶ن: شیخ و فخر الکمل   را: شیخ کامل و فخر الکمل

۳۷ن: ادان   را: ادھن   ۳۸ن: ہجوی   را: بیخودی

۳۹ن میں "سالہا" کی عبارت نہیں ہے۔

طالبانِ حق کی رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔

شیخ داؤد جہنی وال[40] : اہلِ ذوق اور صاحبِ وجد و سماع اور پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھے۔ مدتوں طالبانِ حق کی رشد و ہدایت فرماتے رہے۔

شیخ موسیٰ : لوہار اور کشف و کرامات کے سلسلے میں مشہور تھے۔ شہنشاہ اکبر کے عہد کے آغاز میں بمقام لاہور فوت اور وہیں مدفون ہوئے۔

شیخ نعمت اللہ گجراتی : صوفی مشرب اور حکیم طبع تھے۔

شیخ عبدالغفور اعظم پوری : برسوں اعظم پور میں سالکانِ راہِ حقیقت کی راہنمائی میں بسر کیے۔

شیخ یوسف مہرکن[41] : لاہور کے رہنے والے اور مکاشفہ میں مشہور و معروف تھے۔

شیخ رحمت اللہ : شیخ حمید محدث کے بھائی، ظاہری و باطنی احوال کے مالک تھے۔ جن دنوں گجرات میں تھے، بیمار ہو گئے۔ ۹۹۵ / ۱۵۸۷ میں مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے۔

شیخ عبداللہ بداؤنی : شروع میں ہندو تھے۔ ایک موقع پر گلستانِ سعدی پڑھنے کے دوران جب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی پڑھا تو استاد سے پوچھا کہ یہ کون ذاتِ گرامی ہیں۔ اس پر استاد نے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چند مناقب بیان کیے، جنھیں سن کر شیخ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ علم و فضل سے موصوف اور پرہیزگاری و تقویٰ میں معروف ہیں۔

شیخ طہ[42] : شیخ سلیم کے خلفا میں سے ہیں۔ برسوں گجرات میں رہے اور وہیں ۹۹۴/۱۵۸۶

شیخ ماہ : شیخ ادھن کے خلیفہ ہیں۔ برسوں گجرات میں رہے اور وہیں ۹۹۴/۱۵۸۶ میں فوت ہوئے۔

شیخ عبداللہ سہروردی : گجرات میں تھے۔

شیخ کپور مجذوب : گوالیار میں رہتے تھے۔ برصغیر کے عوام کا ان کے بارے میں عجیب عقیدہ ہے۔

امیر سید علاء الدین اودھی : بزرگانِ عصر میں سے اور کمالاتِ انسانی سے متصف تھے۔ یہ شعر ان کی تخلیق ہے:

---

۴۰ ن : چینی وال ر : جہنی وال ۴۱ ن : ہرکن ر : مہرکن

۴۲ ن : طہ ر : طاہا ۴۳ ن : امیر ر : میر

خدا نم آن گلِ خود رو چہ رنگ و بو دارد　　که مرغ ہر چمنی گفتگوی او دارد

(خدا جانے اس خود رو پھول کا رنگ و بو کیسا ہو کہ ہر چمن کا پرندہ اسی کی بات کرتا ہے)۔

شیخ الہ بخش : گڑھ مکیتسر کے رہنے والے اور جذبہ سے عاری نہ تھے۔

سید صالح فتح پوری : فتح پور میوہ میں مشہور ہیں۔ یہ بھی جذبہ سے خالی نہ تھے۔

سید احمد مجذوب عیدروسی : آج کل بروج میں ہیں۔ ان سے بہت سے خوارق مشاہدہ میں آئے ہیں۔ صاحب مکاشفہ ہیں۔

سید جلال قادری آگروی : بزرگان عصر میں سے تھے۔ یہ فقیر (مؤلف طبقات اکبری) چند سال ان کی ہمسائیگی میں رہا ہے۔

شیخ کبیر ملتانی : قطب الواصلین شیخ بہاء الدین زکریا کے مطابق شیخ کبیر شروع میں شراب نوشی اور لہو و لعب میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جب حضرت خلیفہ کی خدمت میں پہنچے تو ان کی تربیت کے طفیل ان باتوں سے تائب ہو گئے اور اپنے آبا کی روش اختیار کر لی۔

شیخ ابو اسحاق مزنگ[1] : لاہور کے رہنے والے تھے۔ اہلِ لاہور ان کے کشف و مشاہدہ کے معتقد ہیں۔

سید مبارک الوری : جذبے سے خالی نہیں ہیں۔ ان کا شمار اہلِ ریاضت میں ہوتا ہے۔

شیخ کمال الوری : شیخ سلیم کے خلیفہ اور عزیز ہیں۔

شیخ ماکھو : آگرہ کے رہنے والے اور مجذوب تھے۔ ایسی بہت سی عجیب و غریب باتیں ان سے مشاہدے میں آئیں جن سے ان کی باطنی قوت کا پتا چلتا تھا۔

شیخ علاء الدین : آگرہ کے رہنے والے تھے۔ یہ بھی مجذوب اور صاحب کمال تھے۔

سید مبارک گوالیاری : نشاءِ جذبہ سے بہرہ مند تھے۔ ایک روز کسی شخص نے ان سے، جب کہ وہ حالتِ غلیان (جوش) میں تھے، ان کا حال پوچھا۔ انھوں نے ہندی میں جواب دیا: "[2] پیچھی سی لاگی ہے"۔ یعنی جب کوئی نیا جانور لاتے ہیں تو اس کی آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں۔ جب اسے آئے ہوئے

---

[1] یہ وہی بزرگ ہیں جن کے نام پر لاہور کی ایک آبادی مزنگ ہے۔ آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

[2] رامیں یہ عبارت اس طرح ہے : جی سے لاگی ہے۔

دو تین روز گذر جاتے ہیں اور اسے اس جگہ سے کچھ کچھ مانس ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھیں تھوڑی سی کھول دی جاتی ہیں۔ پھر اسی طرح آہستہ آہستہ اور بتدریج اس کی آنکھیں کھولتے چلے جاتے ہیں۔ اور یوں جب وہ آشنا اور مانوس ہو جاتا ہے تو اس کی آنکھ کا کچھ حصہ بالکل کھول دیا جاتا ہے، تو ایسے موقع پر یہ بولتے ہیں۔

شیخ خلیل : افغان تھے۔

شیخ خواجہ بختیار[۴۶] : کئی برس آگرہ میں رہے۔ ان کے پاس باز اور جُرّے (نر باز) خاصی تعداد میں تھے اور اسباب دنیا پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ ان کا اکثر وقت شکار میں گذرتا اور ان کے باورچی خانے میں کھانا ہر وقت موجود رہتا۔ اگر ایک دن میں چند لوگ آتے اور ان میں کا ہر شخص الگ الگ آتا تو وہ ہر کسی کو تازہ کھانا لا کر دیتے۔ فقرا اور مساکین میں خیرات بانٹتے۔ بعض لوگوں کو ان کے بارے میں کیمیا سازی کا گمان تھا، لیکن معاملہ ایسا نہ تھا[۴۷]۔

شیخ منور : آگرہ کے رہنے والے اور مجذوب سالک تھے۔ انھوں نے زندگی فقر و توکل میں بسر کی۔ امرا کو مرید بنایا کرتے تھے۔

شیخ حسین : شیخ خوارزمی کے خلیفہ، صفا کیش درویش اور صاحب وجد و حال تھے۔ کئی برس آگرہ میں رہے۔

شیخ حاجی احمد : لاہور کے رہنے والے تھے۔

شیخ احمد حاجی پولادی[۴۸] : سندھی مجذوب تھے۔

شیخ جلال حجام : سندھی حجام تھے۔

شیخ بنگ[۴۹] : کاکوروی تھے۔

شیخ محمد عاشق : سنبھل کے رہنے والے تھے۔

---

۴۶ را: شیخ خواجہ خضر بختیار ۴۷ ن: او نچنان بود را: امان چنان بود

۴۸ یہ نام را سے لیا گیا ہے۔ ن میں "حاجی بود لاسے" ہے

۴۹ را: بھنگ

شیخ عبدالعزیز : دہلی کے رہنے والے اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔

شیخ مصطفیٰ : دریا باد کے رہنے والے تھے۔

شیخ حسین : اودھ[1] کے رہنے والے تھے

شیخ حمزہ : مجذوب تھے۔

شیخ ابن : امروہہ کے تھے۔

شیخ قیس : خضر آبادی تھے۔

شیخ عبدالکریم : بہار موسی

شیخ رکن الدین : ولد شیخ عبدالقدوس گنگوہی[1]

شیخ حبیب : لاہوری تھے۔

شیخ سعدی : کاکوروی تھے۔

شیخ حامد : ملتان کے گیلانی تھے۔

شیخ بیارہ[2] : کوریہ

شیخ محمد : جھنجھنہ[3]

ملا طاہر[4] : محدث اور گجرات کے رہنے والے تھے۔

شیخ نصیر : ایک کیمیاگر[5] ہندوی تھے۔

شیخ زکریا : اجودہنی دہلوی تھے۔

شیخ عبدالکریم : پانی پت کے رہنے والے تھے۔

شیخ تاج الدین : لکھنوی تھے۔

شیخ ابوالفتح : گجرات کے رہنے والے تھے۔

---

[1] ن : ادہہ — [1] ن : کنگرہ

[2] را : پیارہ — [3] را : جبیہ

[4] ن : ملا طاہر پٹنی را : ملا طاہر سنی — [5] ن : ہندستے را : ہندکی

شیخ بہار الدین : سنبھل کے مجذوب تھے۔
شیخ برہان[۱] : کالی وال، اپنے وقت کے مشائخ میں سے اور وجد و حال اور زہد و تقویٰ میں یگانۂ عصر تھے۔
شیخ محمد بھکاری : صوبہ بہار سے ان کا تعلق تھا۔ ان کے والد امرا میں سے تھے۔ آغاز شباب میں ولولہ و جوش پیدا ہوا۔ چنانچہ ایران کے مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے بغداد پہنچے، جہاں حصولِ علم کی طرف توجہ کی۔ پھر مکہ شریف جا کر حدیث پڑھی۔ چالیس برس تک پٹن نہروالہ کے مقام پر طالبانِ حق کی رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ تصوف میں ان کی تصانیف ہیں۔
شیخ وجیہ الدین : گجرات کے رہنے والے اور میاں وجیہ الدین کے ہم عصر ہیں۔ فقر و توکل میں بڑے صاحبِ مرتبہ تھے۔ اس علاقے کے لوگ ان کی ولایت کے معتقد ہیں۔ ان کی وفات ۹۹۵ھ / ۱۵۸۷ء میں ہوئی۔

واضح ہو کہ اس بادشاہِ حقائق آگاہ (اکبر) کے دورِ سلطنت میں یہ لوگ (مشائخ) برصغیر میں بہ کثرت تھے اور اب بھی ہیں، لیکن چوں کہ اس کتاب کی ضخامت ان تمام کے تفصیلی ذکر کی متحمل نہیں ہو سکتی، اس لیے بطورِ تبرک چند ایسی ہستیوں کا ذکر کر دیا گیا ہے، جن کی عظمت و بزرگی کے لوگ قائل و معتقد ہیں، اور جن مشائخ کی صحبت اس عاجز کو میسر آئی اور جن کی بزرگی کا یہ بندہ معتقد ہے۔

---

[۱] ل۵۶ را : شیخ برہان الدین

(بقیہ صفحہ ۱۰)

میں پھلی پھولی اور برگ و بار لائی اور تیموری دور (۹۳۲ - ۱۲۷۴ھ) میں اپنے نقطۂ عروج کو پہنچی۔ اس کا آغاز اس دور میں ہوا جو محمد بن قاسم (۹۲ھ) سے قطب الدین ایبک (۶۰۲ھ) تک تقریباً پانچ صدیوں پر محیط ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ کتاب شناسی اور کتاب اندوزی کے متخصصین اور محققین برصغیر میں اسلامی کتب خانوں کی تاریخ کی اس گم گشتہ کڑی کے بارے میں دادِ تحقیق و تدقیق دیں۔